47

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں خدا تعالیٰ نے یہ گُر بتایا ہے کہ مومن ہمیشہ اور ہر حال میں خدا تعالیٰ پر توکّل رکھتے ہیں

جماعت سے الگ ہونے والوں نے اپنے عمل سے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے منہ پھیر کر دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں

(فرمودہ 30 نومبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج موسم کی خرابی کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہے۔ جب میں تندرست ہوتا تھا بلکہ ابتدائے جوانی میں بھی جب تیز ہوا چلتی تھی تو میری طبیعت خراب ہو جاتی تھی اور سر درد ہو جاتی تھی۔ اب تو میں بیمار ہوں اور کمزور ہوں، اس لیے لازماً جو چیز جوانی میں مجھے نقصان پہنچاتی تھی اب زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ آج صبح سے ہی جب میں اُن کمروں میں نکلا جن کا رُخ میدان کی طرف ہے تو اُسی وقت سے طبیعت میں گھبراہٹ اور کوفت محسوس ہو رہی ہے۔

میں نے ابھی سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے مومن کی زبان سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ [1] یعنی اے خدا! ہم تیری ہی

عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ان الفاظ میں مومن کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ دلیر اور بہادر ہوتا ہے ڈرپوک نہیں ہوتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ کبھی وہ ایک طرف جھک جائے اور کبھی دوسری طرف، کبھی وہ اِس کے آگے ہاتھ پھیلائے اور کبھی اُس کے آگے۔ بلکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے اور اُسی سے مدد مانگتا ہے۔ نہ کبھی وہ غیر سے مدد مانگتا ہے نہ کبھی غیر کے آگے اپنی حاجات لے کر جاتا ہے اور نہ غیر کے آگے کمزوری دکھاتا ہے۔ بلکہ وہ دائمی طور پر ایک مقام پر کھڑا رہتا ہے اور اس سے کبھی نہیں ہٹتا۔ کیونکہ اُس کا ایمان بصیرت پر مبنی ہوتا ہے اور جس بات کو مانتا ہے ٹھیک سمجھ کر مانتا ہے اور دلائل کے ساتھ مانتا ہے اور شرحِ صدر کے ساتھ مانتا ہے۔ یہ معیار ہمارے درمیان اور ان بعض لوگوں کے درمیان جو جماعتِ مبائعین سے روگرداں ہو رہے ہیں فیصلہ کے لیے کافی ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آیا اُن کے اندر وہی روح پائی جاتی ہے جو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بیان کی گئی ہے؟ یا کبھی وہ ہمیں خوش کرنے کے لیے ہماری طرف جھکتے ہیں اور کبھی وہ یہ خیال کر کے کہ یہ تو ہمارے قابو میں نہیں آتے غیروں کی طرف جھک جاتے ہیں کہ شاید وہ ان کی مدد کریں؟ میں کل ہی وہ خطوط دیکھ رہا تھا جو ایسے لوگوں کی طرف سے آئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان میں سے بہتوں کی طرف سے ایسے خطوط آئے تھے جن میں عجز وانکسار کا اظہار تھا اور اِس بات کا اقرار تھا کہ ہم تو آپ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے جاں نثار ہیں اور آپ کے ساتھ ہیں، ہم پر یونہی الزام لگایا جا رہا ہے کہ ہم آپ کے خلاف ہیں۔ لیکن بعد میں انہی لوگوں نے ہمارے خلاف جلسے کیے، اخباروں میں مضمون لکھے اور پارٹیاں بنائیں۔ یہ بات بتاتی ہے کہ ان کا عمل اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر نہیں۔ کیونکہ اگر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر ان کا عمل ہوتا تو ہمارے خلاف خیالات رکھتے ہوئے وہ ہماری طرف رجوع کیوں کرتے اور اگر وہ واقع میں خداتعالیٰ کے پرستار ہوتے اور ہماری طرف رجوع کرنے کے حالات ان کے دلوں میں پیدا تھے تو پھر وہ غیروں کی طرف رجوع کیوں کرتے اور ان کی مدد حاصل کرنے کے لیے کوشش کیوں کرتے۔ آخر سیدھی بات ہے کہ اگر وہ ہمارے ہیں تو وہ ہمارے غیر کی طرف نہیں جا سکتے اور اگر وہ ہمارے غیر کے ہیں تو ہماری طرف

نہیں آ سکتے۔ مگر ان کے خطوط ظاہر کرتے ہیں کہ ایک وقت میں وہ ہماری طرف آئے اور ان کے مضامین اور ان کی کمیٹیاں یہ بتاتی ہیں کہ دوسرے وقت میں وہ غیروں کی طرف گئے۔ اس لیے وہ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ پر عامل نہ رہے بلکہ انسان پر ان کی نظر ہوئی اور اس طرح وہ سورۃ فاتحہ کے بتائے ہوئے گُر کے خلاف چل پڑے۔ پس یہی بات ان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ سچے ہوتے تو خواہ کچھ بھی ہوتا ہمارے پاس تو کوئی طاقت نہیں ہے لیکن اگر اُن کی حکومت سے بھی ٹکّر ہو جاتی اور اُن کے سروں پر آرہ رکھ کر انہیں چیر دیا جاتا تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہمیں اس جماعت اور اس کے اصولوں سے نفرت ہے۔ اور اگر واقع میں ان کے دلوں میں ایمان ہوتا تو چاہے ان کے سروں پر آرہ رکھ کر انہیں چیر دیا جاتا وہ کبھی جماعت کے دشمنوں سے نہ کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں بلکہ چاہے ان پر کتنا ہی ظلم کیا جاتا وہ بہادری کے ساتھ جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید نے نمونہ دکھایا تھا کھڑے رہتے اور کہتے مارنا ہے تو مارلو آخر تم ہمیں کتنی دفعہ مارلو گے۔

1953ء میں فساد ہوا تو سیالکوٹ کی ایک مہاجر عورت کو لوگوں نے پکڑ لیا اور اسے مارنا شروع کیا۔ اس نے کہا تم بیشک مجھے مار دو آخر تم کتنی دفعہ مجھے مارو گے۔ میری ایک ہی جان ہے وہ لے لو لیکن میں نے صداقت کو قبول کیا ہے اس لیے میں اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ وہ بڑی بہادری کے ساتھ دشمنوں میں سے گزرتی ہوئی یہاں پہنچ گئی اور ہمیں آ کر اطلاعات دیں۔

تو جو شخص واقع میں دل میں ایمان رکھتا ہے اُسے نہ کوئی لالچ راستہ سے ہٹاتی ہے اور نہ کوئی خوف راستہ سے ہٹاتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر ظلم کیا جاتا ہے یا ان کو ہم سے خوف ہے لیکن مومن تو خوف کی پروانہیں کیا کرتا۔ پھر غیر کی طرف ان کا جانا بتاتا ہے کہ یہ لوگ ان سے کسی فائدہ کا لالچ رکھتے ہیں۔ اور مومن تو کسی لالچ کی پروانہیں کیا کرتا۔ چاہے اس کو دنیا کی بادشاہت ہی کیوں نہ مل جائے تب بھی وہ اس کی پروانہیں کرتا اور صداقت پر قائم رہتا ہے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیشکش کفارِ مکہ نے ابوطالب کی معرفت کی تھی وہ تو اُن کو نہیں ہوئی۔ اپنی جماعت میں بھی ایک بے حقیقت شخص نے ان کو کہہ دیا

کہ ہمارا پلیٹ فارم، ہمارا روپیہ اور ہماری تنظیم تمہاری تائید میں ہے اور یہ اُسی کی لالچ میں آ گئے مگر اُس کی تو کوئی حیثیت اپنی جماعت میں بھی نہیں ہے۔ اگر اپنی جماعت میں اس کی کوئی حیثیت ہوتی تو اس کا پلیٹ فارم، اس کا روپیہ اور اس کی تنظیم مولوی محمد علی صاحب کو کیوں نصیب نہ ہوتی۔ آخر وہ بتائے تو سہی کہ وہ پیغامیوں کو کتنا روپیہ دیتا ہے۔ وہ وکیل ہے اور صاحبِ آمد ہے۔ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ ہمارا ایک غریب آدمی جس کی آمد اس سے نصف ہے اس سے دُگنا چندہ دیتا ہے۔ وہ ذرا اپنا مقابلہ ہمارے آدمیوں سے تو کر کے دیکھے کہ ہمارے افراد کتنی قربانی کرنے والے ہیں۔ میرا ایک باڈی گارڈ ہے جس کو پچھتر روپے ماہوار ملتے ہیں۔ اس نے تحریک جدید میں ایک سَو تین روپے چندہ لکھوایا ہے۔ اس کے ساتھ اگر صدر انجمن احمدیہ کا چندہ بھی ملا لیا جائے تو اگر وہ وصیت کرنے والا ہے تو ساڑھے سات روپے ماہوار وہ ہو گا۔ گویا نوّے روپے سال کے بن گئے۔ یہ اَور تحریک جدید کا چندہ دونوں ملا کر ایک سَو ترانوے روپے ہو گئے۔ لیکن اگر وہ وصیت کرنے والا نہ بھی ہو تب بھی چھپّن روپے کے قریب وہ چندہ عام دیتا ہو گا اور تحریک جدید کا چندہ ملا کر ایک سَو اُنسٹھ روپے بن جائے گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ تیرہ روپے سے زیادہ ماہوار چندہ دیتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہمارا پلیٹ فارم اور ہماری تنظیم اور ہمارا روپیہ تمہاری تائید میں ہے اُس کی آمد چھ سات سَو روپے ماہوار سے کم نہیں ہو گی۔ لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تیرہ روپے ماہوار چندہ اپنی انجمن کو دیتا ہے جو میرا ایک باڈی گارڈ جس کی آمد اُس کی آمد سے دسواں حصہ بھی نہیں دے رہا ہے۔ اگر وہ اتنا چندہ دیتا ہے تو وہ اسے ثابت کرے۔ لیکن اگر وہ اُن لوگوں کو بھی اتنا چندہ نہیں دیتا جن کا وہ حصہ ہے تو وہ ان لوگوں کو کیا دے گا جو فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں یہ محض دھوکا ہے۔ اُسی طرح جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں منافق یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ [2] یعنی اگر تم کو شہر سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ شہر سے نکل جائیں گے اور اس بارہ میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے قتال کریں گے۔ لیکن کیا کسی تاریخ سے ثابت ہے

کہ انہوں نے کوئی روپیہ یہودیوں کو چندہ کے طور پر دیا ہو یا انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کبھی قتال میں حصہ لیا ہو؟ تاریخ میں صرف ایک ہی مثال ملتی ہے کہ ایک دفعہ وہ یہودیوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں آئے لیکن پھر وہ انہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ غزوہ احزاب میں ہوا۔ جس وقت جنگ تیز ہوئی منافق سب الگ ہو گئے بلکہ ان میں سے بعض یہودیوں کے اندر ریشہ دوانیاں کرنے لگ گئے۔

پس اگر ان لوگوں کا یہ کہنا سچ ہے کہ ہماری اسٹیج تمہاری تائید میں ہے، ہمارا روپیہ تمہاری تائید میں ہے اور ہماری تنظیم تمہاری تائید میں ہے تو وہ پہلے یہ بتائیں کہ اپنی عزت رکھنے کے لیے انہوں نے ان منافقوں کے سپرد کچھ کیا بھی ہے یا نہیں؟ اگر اَور کچھ نہیں تو وہ اپنا ووکنگ مشن ہی ان کے سپرد کر دیتے۔ پھر ہم مان لیتے کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔ یا جتنا چندہ پیغامی انجمن اشاعتِ اسلام کو دیتے ہیں اُتنا چندہ وہ ان لوگوں کو بھی دے دیتے۔ مثلاً فرض کرو انجمن اشاعتِ اسلام کا چندہ پچاس ہزار یا لاکھ روپیہ سالانہ ہے تو پچاس ہزار یا لاکھ روپیہ سالانہ انہیں بھی مل جاتا تا یہ کچھ کام کر کے دکھاتے یا کام کر کے نہ دکھاتے تو وہ اسے کھا ہی لیتے۔ اور ہم تو یہی امید رکھتے ہیں کہ اگر پیغامی انہیں روپیہ دیتے تو وہ کھا جاتے۔ لیکن کم از کم ان کی سچائی تو ثابت ہو جاتی کہ ہمارا اسٹیج، ہماری تنظیم اور ہمارا روپیہ تمہاری تائید میں ہے۔ اسٹیج تو اِس طرح ان کی تائید میں ہوسکتا ہے کہ وہ اپنا ووکنگ مشن ان منافقوں کے حوالہ کر کے دکھا دیں۔ ہم مان جائیں گے کہ یہ لوگ سچ بولتے ہیں۔ پھر جب ہم کہیں گے کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں تو جماعت سے نکلنے والے بھی کہہ سکیں گے کہ ہم بھی تبلیغ کرتے ہیں لیکن اب تو کٹنی کی طرح ان پر یہی مثال صادق آتی ہے کہ "سَو گز واروں گز بھر نہ پھاڑوں" یعنی منہ سے تو میں کہتی ہوں کہ اس پر سَو گز قربان لیکن جب پھاڑنے کا وقت آئے تو میں ایک گز بھی پھاڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ اِسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تنظیم ان الگ ہونے والوں کی تائید میں ہے۔ اگر واقع میں ان کی تنظیم ان لوگوں کی تائید میں ہے تو وہ کیوں مولوی صدرالدین صاحب کو ہٹا کر اُن میں سے کسی کو اپنا امیر نہیں بنا لیتے۔ اور اگر اُن کا اسٹیج ان کی تائید میں ہے تو کیوں وہ ووکنگ مشن کو انجمن اشاعتِ اسلام سے لے کر ان لوگوں کے

سپرد نہیں کر دیتے۔ اگر اُن کا روپیہ ان کی تائید میں ہے تو کیوں وہ یہ نہیں کرتے کہ جتنا چندہ وہ انجمن کو دیتے ہیں اُتنا ہی چندہ وہ ان کو بھی دیا کریں تا کہ دونوں برابر مقام پر آ جائیں اور ان کو بھی تسلی ہو جائے۔ اگر وہ ایسا کر دیں تو یہ ان کی سچائی کا ثبوت ہوگا ورنہ جب تک وہ یہ نہیں کرتے ان کی یہ باتیں محض منہ کی لاف زنی ہیں اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو گا کہ وہ خدا تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کے لیے ہنسی اور حقارت کا موجب بن جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی کہتے ہوں گے کہ کس جوش سے یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہماری اسٹیج حاضر ہے لیکن اسٹیج دیتے نہیں۔ مثلاً پہلے تو یہ کریں کہ اب عنقریب ان کا جلسہ سالانہ ہونے والا ہے۔ اس میں جتنے لوگ پہلے تقریریں کیا کرتے تھے اُن کی تقریریں منسوخ کر کے ان لوگوں کو تقریریں کرنے کا موقع دیں۔ اور اگر ان کی تنظیم ان لوگوں کی تائید میں ہے تو پھر انجمن کی اکثر ممبریاں ان لوگوں کو دے دیں کیونکہ جب تنظیم ان کے سپرد کی گئی ہے تو کچھ ممبریاں ان کو بھی ملنی چاہییں۔

میراثی والا کام تو نہ کریں جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اُس کے کسی ججمان نے ایک گائے اسے تحفہ کے طور پر دی ہے۔ اِس پر ایک اَور ججمان نے اُسے خواب میں کہا کہ تمہارے پاس گائے ہے؟ میراثی نے کہا ہاں ہے۔ کہنے لگا تم میرے پاس بیچ دو۔ میراثی نے کہا دس روپے دے دو میں گائے دے دیتا ہوں۔ اُس ججمان نے کہا دس روپے بہت ہیں چار آنے لے لو۔ میراثی کہنے لگا چار آنے! بھلا چار آنے میں بھی کبھی گائے آئی ہے؟ ججمان نے کہا تمہیں بھی تو مفت ملی ہے۔ میراثی نے کہا مفت تو ملی ہے لیکن ہے تو گائے۔ اِس پر اُس نے کہا پانچ آنے لے لو۔ میراثی نے کہا میں پانچ آنے نہیں لوں گا۔ بھلا کبھی گائے بھی پانچ آنے میں آتی ہے؟ دوسرا شخص کہنے لگا تمہیں بھی تو مفت ملی ہے۔ میراثی نے کہا مفت بیشک ملی ہے لیکن مفت ملنے کی وجہ سے گائے میں تو فرق نہیں پڑ جاتا۔ وہ کہنے لگا اچھا ساڑھے پانچ آنے لے لو۔ میراثی کہنے لگا دس نہیں دیتے تو نَو دے دو۔ پھر اُس ججمان نے کہا اچھا چھ آنے لے لو۔ میراثی نے کہا اچھا نَو بھی نہیں تو آٹھ دے دو۔ ججمان نے کہا ساڑھے چھ آنے لے لو۔ میراثی اَور نیچے آ گیا اور کہنے لگا چلو سات روپے ہی دے دو۔

غرض اِسی طرح ججمان بڑھتے بڑھتے آٹھ آنہ تک پہنچا اور میراثی ایک روپیہ پر آ گیا اور کہنے لگا اگر تم اصرار ہی کرتے ہو تو ایک روپیہ دے دو۔ ججمان نے پھر بھی اُٹھنّی پر اصرار کیا۔ اتنے میں اُس کی آنکھ کھل گئی۔ میراثی نے دیکھا کہ نہ گائے کھڑی ہے اور نہ پیسہ ہے۔ اُس نے جھٹ آنکھیں بند کر لیں اور کہنے لگا ججمان! اچھا اُٹھنّی ہی دے دو۔ اب بھلا وہ ججمان کہاں سے آئے جو اُسے اُٹھنّی دے جائے۔ یہی حال ان کا ہے۔ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہماری تنظیم تمہاری تائید میں ہے، ہماری اسٹیج تمہاری تائید میں ہے، ہمارا روپیہ تمہاری تائید میں ہے لیکن دیتے کچھ بھی نہیں۔ آخر کچھ دیں تو اُن بیچاروں کو پتا بھی لگے کہ واقعی یہ اُن کی مدد کر رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے اگر اُن کی تنظیم ان منافقوں کی تائید میں ہے تو انجمن کے پہلے ممبروں سے استعفٰی دلوائیں اور ان کی جگہ ان کو ممبر بنائیں۔ اگر ان کی اسٹیج ان کی تائید میں ہے تو ووکنگ اور ہالینڈ مشن ان کے حوالہ کر دیں اور نام نہاد برلن مشن بھی ان کے حوالہ کر دیں اور کہیں تم ان مشنوں کو چلاؤ تا کہ تمہاری عزت بھی دنیا میں قائم ہو جائے۔ اور اگر تمہارا روپیہ ان کے پیچھے ہے تو کم از کم جتنا چندہ تم انجمن اشاعتِ اسلام کو دیتے ہو اتنا ہی ان کو بھی دو۔ آخر تم اپنا سارا روپیہ تو انجمن اشاعتِ اسلام کو نہیں دیتے بلکہ اس میں سے کچھ روپیہ اسے دیتے ہو اُتنا روپیہ تم ان کو بھی دے دو تا کہ ان کی بھی کچھ نہ کچھ حیثیت تو بن جائے۔ اول تو یہ چاہیے کہ تمہارا سارا روپیہ انہیں ملے۔ یعنی اگر تم چھ سَو روپیہ ماہوار کماتے ہو تو چھ سَو کا چھ سَو ہی انہیں دے دو۔ اور اگر بیوی بچوں کے لیے بھی کچھ رکھنا ہے تو تین سَو بیوی بچوں کے لیے رکھ لو اور تین سَو ان لوگوں کو دے دو۔ لیکن اگر تمہارے چندے حقیر ہیں تو حقیر ہی سہی مگر اتنے حقیر چندے ان کو بھی تو دو تا کہ تمہارا روپیہ بھی ان کا ہو جائے، تمہاری اسٹیج بھی ان کی ہو جائے اور تمہاری تنظیم بھی ان کی ہو جائے۔ غرض "تنظیم ان کی تائید میں ہے" کا یہ ثبوت ہے کہ اپنے تمام ممبروں سے استعفٰی دلواؤ اور ان کی جگہ ان لوگوں کو ممبر بناؤ جو ہماری جماعت سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور روپیہ ان کی تائید میں ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جتنا چندہ تم انجمن اشاعتِ اسلام کو دیتے ہو کم از کم اتنا چندہ تم ان لوگوں کو بھی دو۔ اور اسٹیج ان کی تائید میں

ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آئندہ جلسہ سالانہ پر اپنے پہلے سب لیکچراروں کو ختم کرو اور ان کی جگہ ان لوگوں کو لیکچرار مقرر کر دو اور باہر کے مشن جو تمہارے ہیں ان کے حوالے کر دو۔ ہالینڈ کا مشن تو خالصۃً میاں محمد صاحب کا ہے۔ ووکنگ کا مشن ان کے پاس ہے۔ اگرچہ ووکنگ مشن کے مشنری انچارج نے اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ اس مشن کا انجمن اشاعتِ اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ مگر انجمن اشاعتِ اسلام والے کہتے ہیں کہ ہمارا اس سے تعلق ہے اور وہ مشن ہمارا ہے۔ بہرحال یہ مشن ان کے حوالے کر دو۔ پھر پتا لگے کہ تمہاری اسٹیج ان لوگوں کی تائید میں آگئی ہے۔ یا مولوی صدرالدین صاحب کو امارت سے برطرف کر دو اور اُن کی جگہ ان لوگوں میں سے کسی کو امیر مقرر کر دو تا کہ تم کہہ سکو کہ دیکھ لو ہماری اسٹیج ان لوگوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔ لیکن جب تک ایسا نہیں ہوتا اُس وقت تک تمہاری ساری باتیں وہی ہیں جو مدینہ کے منافقوں نے یہودیوں سے کہی تھیں کہ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ اگر تم کو شہر سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر شہر سے نکلیں گے اور اگر تم سے قتال ہوئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑیں گے۔ کیونکہ منہ سے تو ان لوگوں نے بھی کہہ دیا ہے کہ ہمارا سب کچھ تمہارا ہے لیکن بات وہیں کی وہیں ہے۔ منافقوں کو کچھ ملا نہیں۔ ان کی مثال بالکل اس میراثی کی طرح ہے جس کا واقعہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ججمان نے اسے کہا اُٹھنّی لے لو لیکن اُس نے دیا کچھ بھی نہیں۔ پھر آنکھ کھلی تو اس نے جھٹ آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ بڑھا کر کہا اچھا اُٹھنّی ہی دے دو۔ اِسی طرح یہ لوگ بھی آنکھیں بند کر کے پیغامِ صلح کے مضمون نگار کو کہیں گے اچھا جتنا چندہ تم انجمن اشاعتِ اسلام کو دیتے ہو اُتنا ہی ہمیں دے دو یا چلو اُس سے آدھا ہی دے دو۔ اور پھر ووکنگ مشن سارے کا سارا نہیں دیتے تو آدھا ہی دے دو۔ یعنی ہمارا نام بھی اپنے ساتھ رکھ لو اور کہو یہ لوگ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ اور انجمن اشاعتِ اسلام میں اگر ساری تنظیم ہمیں نہیں دیتے تو چلو آدھی ممبریاں ہی ہمیں دے دو مگر وہ دیں گے کچھ نہیں۔ درحقیقت یہ سب بہانے ہیں جس سے ان لوگوں کے جھوٹا ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے۔

پس اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں خداتعالیٰ نے یہ گُر بتایا ہے کہ مومن

ہمیشہ خداتعالیٰ پر توکّل رکھتے ہیں کسی انسان پر نہیں۔ لیکن جماعت سے الگ ہونے والوں نے اپنے عمل سے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ہر طرف ہاتھ مارتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ انہیں ملا کچھ نہیں۔ جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ اصل دینے والا خدا ہے۔ جب یہ اُس سے منقطع ہو گئے تو خداتعالیٰ نے بھی ان سے منہ پھیر لیا۔ اور انہوں نے اپنا اندرونہ اس طرح ظاہر کر دیا کہ کبھی ہم سے مانگنے آ گئے اور کبھی غیروں کے پاس مانگنے چلے گئے۔ لیکن نہ انہیں ہم سے کچھ ملا اور نہ غیروں سے۔ گویا میراثی کی گائے کی طرح جو خواب میں اُسے ملی تھی اُس کی نہ تو ایک روپیہ قیمت ملی اور نہ اَٹھنّی ملی۔ اب آنکھیں بند کر کے گجرات کی طرف ہاتھ بڑھا کر یہ لوگ کہیں گے کہ ججمان اَٹھنّی ہی دے دو۔ لیکن اَٹھنّی چھوڑ انہیں چونّی بھی نہیں ملے گی۔ بلکہ وہ تسلی رکھیں کہ چونّی نہیں انہیں ایک آنہ بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں کہتا ہوں کہ ایک آنہ تو کیا انہیں دو پیسے بھی نہیں ملیں گے اور ان کی وہی مثال ہو گی کہ

"آں سو رانده و ازاں سو در مانده"

اِدھر سے بھی گئے اور اُدھر سے بھی گئے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی خفا کر لیا اور دنیا کی طرف جو نگاہ انہوں نے ڈالی تھی وہاں سے بھی کچھ نہ ملا۔ انہی غلط امیدوں کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ توبہ سے محروم ہو جائیں گے اور جب ان پر موت آئے گی تو اُس وقت افسوس سے کہیں گے کہ ہم نے خدا کو تو چھوڑا ہی تھا یہ لوگ جو کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان میں سے بھی کسی نے ہماری مدد نہ کی اور ہم ویسے کے ویسے ہی ناکام و نامراد رہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت میں جب یہ لوگ تھے تو گو جماعت میں کوئی بڑا عہدہ انہیں نہیں ملا تھا لیکن بہرحال وہ کچھ تو تھے۔ جماعت کے کچھ دوست ایسے تھے جن کے دل انہیں دیکھ کر اُچھلنے لگتے تھے اور انہیں دیکھ کر ان سے بغلگیر ہونے کے لیے آگے بڑھتے تھے مگر اب وہ بغلگیر ہونا بھی گیا اور وہ محبت اور پیار بھی گیا۔ اب ایسے لوگ رہ گئے جو منہ سے

تو کہتے ہیں کہ آؤ تم ہمارے ہو لیکن ان کی آنکھوں سے شرارے ٹپکتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ انہیں جہنم واصل کر دیں۔ اور اگر 1953ء والے فسادات پھر ہوئے تو یہی لوگ جو ہم سے جُدا ہوئے ہیں سب سے پہلے غیراحمدیوں کے ہاتھ سے اس کا شکار ہوں گے۔ اور غیراحمدی کبھی نہیں مانیں گے کہ یہ احمدیت چھوڑ چکے ہیں بلکہ ان کو طعنہ دیں گے کہ تم پوشیدہ پوشیدہ احمدیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ جب گزشتہ فسادات کی انکوائری ہوئی تو گجرات کا ایک وکیل پیغامیوں کی طرف سے پیش ہوا۔ مسٹر جسٹس منیر نے اُسے بڑے جوش سے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم احراریوں کے ساتھ کھڑے ہو؟ اگر تم ان لوگوں کے ساتھ ہو تو وجہ کیا ہے کہ جب لوگ ربوہ والوں پر ظلم کر رہے تھے تم پر بھی کر رہے تھے؟ اگر یہ لوگ واقع میں تمہارے خیرخواہ تھے تو مولوی صدرالدین صاحب نے پولیس میں کیوں رپورٹ کی تھی کہ ہمیں حملہ آوروں سے بچاؤ؟ پھر اگر تم ان لوگوں کے ساتھ تھے تو یہ تمہارے گھروں پر حملے کیوں کرتے تھے اور تم کو پولیس میں رپورٹ دینے اور اس سے مدد طلب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ اور پھر غصہ سے جہاں ہماری جماعت والے بیٹھے تھے اُن کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھو۔ لیکن اب لکھتے ہیں کہ ہم نے اُن دنوں جماعت کی بڑی مدد کی۔ اگر انہوں نے ہماری جماعت کی مدد کی ہوتی تو انکوائری کے وقت ہمارے ساتھ کیوں نہ بیٹھتے اور جسٹس منیر انہیں جھڑکتے کیوں اور یہ کیوں کہتے کہ جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھو۔ انہیں تو خود کہنا چاہیے تھا کہ ان لوگوں میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ پس فسادات کے دنوں میں تو یہ اپنی جانیں بچاتے پھرتے تھے انہوں نے ہماری مدد کیا کرنی تھی۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص مرغ کو ذبح کر رہا ہو اور فرض کرو مرغ کو زبان مل جائے تو وہ کہے میں اس وقت تمہاری جان بچا رہا ہوں۔ جو آپ ذبح ہو رہا تھا اُس نے ہماری جان کیا بچانی تھی۔ وہ تو آپ خطرہ میں تھے۔ لیکن جب شور دب جاتا ہے تو بعض لوگ ان کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں کہ فلاں نے ہماری تعریف کی۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اگر کبھی خطرہ کا وقت آیا تو وہ لوگ ان کی ویسی ہی مخالفت کریں گے جیسی ہماری کر رہے ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر آئندہ کوئی خطرہ کا وقت آیا تو لوگ ان کی مخالفت ہماری نسبت

زیادہ کریں گے۔ مولوی ظفر علی صاحب اب تو فوت ہو گئے ہیں وہ اپنی زندگی میں غیر مبائعین کا ذکر کرتے ہوئے عام طور پر کہا کرتے تھے کہ قادیان والے اور لاہوری احمدی دراصل ایک ہی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے ایک دمشقی ہیں اور ایک اندلسی۔

تو حقیقت یہ ہے کہ پیغامی چاہے دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کی کتنی کوشش کریں وہ خوش نہیں ہوں گے۔ یوں کسی اخبار کا کوئی اعلان کر دینا اَور بات ہے۔ مثلاً نوائے پاکستان نے کوئی مضمون شائع کر دیا یا سفینہ نے شائع کر دیا تو اس سے کیا بنتا ہے۔ انہوں نے تو اپنے کالم پُر کرنے ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ نوائے پاکستان یا سفینہ نے ان لوگوں کو کبھی دو چار ہزار یا دس ہزار دیا بھی ہے؟ اگر پھر بھی یہ لوگ جوتیاں چٹخاتے ہی پھر رہے ہیں تو ان اخبارات کے خالی ایک نوٹ شائع کر دینے سے کیا بنتا ہے۔ آخر یہ دونوں روزانہ اخبارات ہیں اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہماری چھ چھ ہزار یا آٹھ آٹھ ہزار کی اشاعت ہے۔ اگر چھ ہزار بھی اشاعت سمجھ لی جائے تو ایک اخبار چالیس روپے فی خریدار لیتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدن ہے۔ اگر سَوا دو لاکھ روپیہ بھی اخبار چلانے اور دفتر کے اخراجات پر خرچ ہو جائے تو پھر بھی بیس پچیس ہزار بچ جاتا ہے۔ اس بیس پچیس ہزار میں سے دس پندرہ ہزار ہی وہ ان کے حوالہ کر دیں تو ہم مان لیں کہ یہ لوگ ان کے خیر خواہ ہیں لیکن انہوں نے ان کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے دلوں میں ان کے لیے کوئی احساسِ ہمدردی نہیں۔ اگر ان کے دلوں میں احساسِ ہمدردی ہوتا تو وہ انہیں کچھ دیتے۔

ہماری جماعت کو دیکھ لو اس کا غریب سے غریب آدمی بھی چندہ دیتا ہے کیونکہ اُس کے دل میں ایمان ہے اور چندہ دے کر دل میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ چندہ نہیں دیتا تو یہ لاکھوں روپیہ کا خرچ کہاں سے چلتا ہے؟ یہ خرچ اسی جماعت کے چندوں سے چلتا ہے جو دنیا میں مفلس و قلاش سمجھی جاتی ہے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا [3] یعنی پہلے بھی ایسے ہی لوگوں نے اسلام کی مدد کی تھی

جو اپنے ملک اور وطن میں رہتے ہوئے بھی بے وطن تھے اور آئندہ بھی ایسے ہی لوگ اسلام کی مدد کریں گے۔غریب کے معنے عربی زبان میں مفلس کے نہیں ہوتے بلکہ مسافر اور بے وطن کے ہوتے ہیں۔مگر مسافر سے یہ مراد نہیں کہ وہ لوگ کہیں باہر سے آئے تھے بلکہ اِس کے معنے یہ ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ تھے تو مکہ کے ہی لیکن مکہ والوں کو ان سے اس قدر دشمنی تھی کہ وہ ان سے ایسا سلوک کرتے تھے کہ گویا وہ کہیں باہر سے آئے ہیں اور ان کے قابو آ گئے ہیں۔ گویا ابتدا میں بھی انہیں لوگوں نے اسلام کی مدد کی جو اپنے وطن میں رہتے ہوئے بھی بے وطن تھے اور آخری زمانہ میں بھی اسلام کی وہی لوگ مدد کریں گے جو اپنے وطن میں بے وطن ہوں گے۔ چنانچہ دیکھ لو ہر روز جلسے ہوتے ہیں، حکومت سے کہا جاتا ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دے دو یعنی انہیں وطن میں بے وطن کر دو۔ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گویا احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔ہمیں تو خوشی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ جب یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دے دیا جائے تو ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ جاتی ہے کہ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا یعنی آخری زمانہ میں وہ لوگ اسلام کی مدد کریں گے جو اپنے وطن میں بے وطن ہوں گے۔ پس جتنا بھی شور مچایا جاتا ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دو اُتنی ہی ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا اب اسلام تو کوئی جاندار چیز نہیں جو مسافر ہو یا غریب ہو بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت کرنے والے غریب ہوں گے اور وطن میں رہتے ہوئے بے وطن ہوں گے۔

پھر ان الفاظ میں اِس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اسلام ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا جو اپنا وطن چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ اب دیکھ لو وطن چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کرنے والے بھی صرف احمدی ہی ہیں ورنہ دوسرے مولوی تو مسجدوں میں بیٹھے ہیں یا اپنے

گھروں میں، اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں میں بیٹھے ہیں۔ وہ لوگ جو وطن چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ صرف احمدی ہی ہیں۔ گویا سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کی پیشگوئی احمدیوں کے ذریعہ سے ہی پوری ہو رہی ہے۔ پس مخالف جتنا بھی شور ہمارے خلاف مچاتے ہیں اُتنا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفوں کے مونہوں سے ایسی باتیں نکلوا دیتا ہے جس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اَور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ اور قرآن کریم پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہمیں اطمینان ہوتا ہے کہ جس خدا نے تیرہ سَو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے وطن میں بے وطن ہونے کی خبر دی تھی وہ آج ہمیں کیوں نہیں دیکھ رہا۔ پس ہمارے دلوں کو تسکین ہوتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ تیرہ سَو سال پہلے ہمارا ذکر کرنے والا خدا آج بھی ہمارا ذکر کرے گا اور جب خدا تعالیٰ ہمارا ذکر کرے گا۔ تو وہ صرف آسمان پر ہی ذکر نہیں کرے گا بلکہ زمین پر بھی کرے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو آسمان پر جبرائیل سے کہتا ہے کہ فلاں بندہ سے میں محبت کرتا ہوں۔ پھر جبرائیل اپنے نچلے فرشتوں سے کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس بندہ سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر وہ فرشتے اپنے ماتحت اور نچلے درجہ کے فرشتوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ4 ساری دنیا میں اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔ تو جب ہمارے خدا نے تیرہ سَو سال پہلے آسمان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے متعلق خبر دی تھی تو لازماً وہ اب بھی ہمارا ذکر کرے گا اور جبریل دوسرے فرشتوں میں اسے پھیلائے گا اور نچلے فرشتے اپنے ماتحت فرشتوں میں اسے پھیلائیں گے اور پھر فرشتے زمین والوں کو اس کی تلقین کریں گے۔ یہاں تک کہ زمین والے ہم لوگوں کو وطن دے دیں گے اور آپ بے وطن ہو جائیں گے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی محبت دل میں ڈال دیتا ہے تو اُس کو لوگ اپنے آپ پر مقدم کر لیتے ہیں۔

مدینہ والوں کو دیکھ لو مکہ سے لوگ ہجرت کر کے وہاں گئے اور انصار نے اپنے گھر انہیں دے دیئے اور اُن کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ احادیث میں آتا ہے

کہ ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں تم ان میں سے ایک کو پسند کر لو۔ میں اُس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ تم اُس سے شادی کر لینا۔5 پھر وہ لوگ اپنی جائیدادیں تقسیم کرنے کے لیے تیار ہو گئے بلکہ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے کہا یَـارَسُـولَ اللّٰـہ ! یہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو دے دیجیے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب دنیا میں کسی کی قبولیت پھیلائی جاتی ہے تو لوگ اس کے لیے ایسی ایسی قربانیاں کرتے ہیں کہ قریب کے رشتہ داروں میں بھی وہ قربانی نہیں پائی جاتی۔ وہ صرف منہ سے نہیں کہتے کہ گائے کی اَٹھنّی لے لو بلکہ وہ عملاً بھی دیتے ہیں۔ صرف اخبار میں یہ شائع نہیں کرتے کہ ہماری اسٹیج بھی اور ہمارا روپیہ بھی اور ہماری تنظیم بھی تمہاری تائید میں ہے مگر دیتے کچھ نہیں۔ یہ صرف منہ کی باتیں ہیں۔ جب یہ اخبار میں چھپیں تو ایڈیٹر کو تو تنخواہ مل گئی کیونکہ اُسے کچھ سطور کم لکھنی پڑیں۔ لیکن انہیں کچھ بھی نہیں ملا۔ ہاں! ایڈیٹر کے ذمہ جو کام تھا اُسے اُس سے کم کرنا پڑا۔ اسے سارا اخبار بھرنے کی جو تنخواہ ملتی تھی وہ تو اُس نے لے لی لیکن اس کے مقابلہ میں اسے کام کم کرنا پڑا۔ لیکن ان لوگوں کو تو کچھ بھی نہ ملا۔ اور پھر ایڈیٹر کو بھی جو ملا وہ حلال کا نہ ملا کیونکہ اُسے تنخواہ کے مقابلہ میں کم کام کرنا پڑا۔

ان لوگوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے مولوی برہان الدین صاحب کی ایک ہمشیرہ فوت ہو گئیں تو وہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگے حضور! خواب میں مجھے ایک دن میری ہمشیرہ ملیں تو مجھے خیال آیا میں اُس سے پوچھوں کہ تمہیں جنت ملی ہے یا نہیں؟ چنانچہ میں نے اُس سے یہ بات دریافت کی تو اُس نے بتایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور جنت میں جگہ بھی دے دی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم وہاں کام کیا کرتی ہو؟ تو کہنے لگی میں بیر بیچتی ہوں۔ کہنے لگے خواب میں مَیں نے کہا بہن! جنت میں بھی تجھے بیر بیچنے ہی نصیب ہوئے۔ ان لوگوں کو بھی دیکھ لو ہمیں چھوڑ کر گئے تھے مگر وہاں بھی انہیں کچھ نہ ملا۔ پیغامِ صلح نے صرف چند سطریں شائع کر دیں اور ایک شخص نے جسے اپنی جماعت میں بھی کوئی حیثیت حاصل نہیں یہ لکھ دیا کہ ہماری تنظیم تمہاری تائید میں ہے۔ یہ وہی بیر بیچنے والی

بات ہے بلکہ بیر بیچنے میں تو پھر بھی کچھ مزہ ہے لیکن پیغامِ صلح میں ایک یا دوسطر لکھ دینے میں کیا مزہ ہے۔ ملا تو کچھ بھی نہیں۔ اگر کچھ مل جاتا تب تو کچھ بات بھی تھی۔ ملا خداتعالیٰ کے فضل سے اِس جماعت کو جو خداتعالیٰ کے دین کی اشاعت کرتی ہے۔ لاکھوں آدمی اپنی جائیدادوں اور مالوں کو اس کے لیے قربان کر رہے ہیں اور ایسے لوگ قربان کرتے ہیں جن کی مالی حیثیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ہمارا حق ہے کہ ان کی خدمت کریں لیکن وہ اسلام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو آگے لاتے ہیں اور اگر ہم ان سے کہہ دیں کہ تم غریب ہو اس لیے چندہ نہ دو تو وہ رو پڑتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض صحابہؓ آئے اور کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ ! ہمارے لیے بھی رومی جنگ پر جانے کے لیے کچھ سامان مہیا کیجیے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں۔ اِس پر وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔6 بعد میں انہی لوگوں میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ خدا کی قسم! ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے نہیں گئے تھے کہ ہمیں اونٹ دیں کہ ہم اُن پر سوار ہو کر جائیں۔ ہماری غرض یہ تھی کہ ہمارے پاؤں ننگے تھے، رستہ میں کانٹوں اور پتھروں پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ ہمیں کوئی چپلی ہی دے دی جائے کہ اُسے پہن کر شام کی طرف رومی لشکر سے لڑنے کے لیے چل پڑیں۔ اب دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چپلی نہ دے کر بظاہر انہیں مرنے سے بچایا تھا مگر وہ اس پر بھی رو پڑے کہ انہیں ثواب سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہی حال ہماری جماعت کے لوگوں کا ہے کہ غریب ہوتے ہیں، گھر میں فاقہ ہوتا ہے مگر پھر بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم سے اتنا چندہ لے لیا جائے۔ بعض اوقات عورتیں آ جاتی ہیں اور کہتی ہیں یہ چار انڈے ہیں انہیں بیچ کر جو کچھ ملے چندہ میں دے دیں۔ اب انڈے بیچنے والوں کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ ایک یا دو مُرغیاں انہوں نے رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ مُرغیاں ایک دو انڈے دے دیتی ہیں اور وہ اُن انڈوں کو بھی چندہ میں دے دیتی ہیں۔ اور اگر ہم اُن میں سے کسی عورت کے چندہ کو ردّ کر دیں تو وہ خوش نہیں ہو گی کہ اس سے چندہ نہیں لیا گیا بلکہ روئے گی کہ اسے ثواب سے محروم کیا گیا ہے اور خیال کرے گی کہ شاید مالدار کو ہی حق حاصل ہے کہ وہ چندہ دے غریب کو چندہ دینے کا حق نہیں۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ سیالکوٹ کے ایک دوست تھے جو بڑے مخلص تھے۔ قادیان میں اکثر آیا کرتے تھے مگر انہیں اعتراض کرنے کا بہت شوق تھا ایک دفعہ ایک غریب احمدی نے مجھے دعوت پر بلایا، چائے پر یا کھانے پر، اس وقت مجھے یاد نہیں رہا۔ کئی دن تک میں ٹلاتا رہا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ یہ غریب آدمی ہے لیکن ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا شاید اس لیے کہ میں غریب ہوں آپ میرے ہاں کھانا کھانا پسند نہیں فرماتے۔ اِس پر مجھے خیال آیا کہ خواہ مخواہ اسے ٹھوکر لگے گی اس کی دعوت قبول کر لو۔ چنانچہ ایک دن میں اُس احمدی دوست کے گھر چلا گیا۔ سیالکوٹ کے وہ احمدی دوست جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے وہ ہمیشہ ٹوہ 7 میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو وہ اعتراض کریں۔ میں جب باہر نکلا تو وہ دروازہ کے پاس کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے کیوں جی! کیا ایسے غریب لوگوں کی دعوت بھی آپ قبول کر لیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہمارے لیے ہر طرح مصیبت ہی ہے۔ جب میں اس شخص کی دعوت ردّ کرتا تھا تو وہ کہتا تھا مجھے غریب سمجھ کر میری دعوت ردّ کرتے ہیں اور اب جو میں نے اس کی بات مان لی تو تم دروازہ کے سامنے کھڑے ہو اور کہتے ہو کہ کیا ایسے غریبوں کی دعوت بھی آپ کھا لیتے ہیں؟ تو دیکھو ہماری جماعت میں وہ وہ مخلص پائے جاتے ہیں کہ ان پر غربت اور مفلسی چھائی ہوئی ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ اسلام کے لیے آگے بڑھ کر قربانیاں کرتے ہیں، مزدوریاں کرتے ہیں اور چندے دیتے ہیں۔

میں نے ایک دفعہ جماعت کو تحریک کی تھی کہ کچھ زائد کام محنت مزدوری کا کرو اور تحریک جدید میں چندہ دو۔ چنانچہ سینکڑوں روپیہ دوستوں نے محنت اور مزدوری کر کے دین کی خدمت کے لیے دیا لیکن چونکہ اب اس تحریک کو دیر ہو گئی ہے اس لیے اس چندہ میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے محنت کرو اور زائد آمد پیدا کر کے اس تحریک میں حصہ لو۔ مالدار آدمی بھی چاہے تو اسٹیشن پر جا کر قلّی کا کام کر لے یا بازار میں کوئی مزدوری کر لے اور اُس سے جو آمد ہو وہ تحریک جدید میں دے دے۔ پھر میں نے کہا تھا کہ زمیندار اگر آٹھ ایکڑ بوتا ہے تو ایک کنال وہ سلسلہ کے لیے بھی بوئے اور اُس پر زیادہ

زور لگائے۔ پھر آٹھ ایکڑ کا بھی چندہ دے اور اُس ایک کنال سے جو آمد ہو وہ بھی ساری کی ساری دے دے۔ اِس طرح اُسے بہت زیادہ ثواب ملے گا اور جماعت کی آمد بھی بڑھ جائے گی۔ اگر سارے زمیندار اِس طرح کرنے لگ جائیں تو اگرچہ وہ اب بھی چندہ دیتے ہیں لیکن پھر ان کا چندہ دُگنا یا تین گُنا ہو جائے گا کیونکہ جب وہ ایک کنال کی پیداوار آٹھ ایکڑ کے علاوہ سلسلہ کے لیے دیں گے تو خداتعالیٰ اُن کے آٹھ ایکڑ میں بھی پیداوار زیادہ کر دے گا اور وہ چندہ بھی زیادہ ہو جائے گا اور پھر یہ کنال جو سلسلہ کے لیے بوئی گئی ہے اس کی آمد بھی سلسلہ کو ملے گی نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کا چندہ اگلے سال دُگنا تِگنا ہو جائے گا۔ کچھ مدت تک دوستوں نے میری اس بات پر عمل کیا لیکن افسوس ہے کہ اب اس میں سُستی واقع ہو گئی ہے۔ اگر دوست اس پر عمل کرنے لگ جائیں تو یقیناً ان کو اور ان کی اولادوں کو دین کی ایسی خدمت کرنے کی توفیق ملے گی جو مثال کے طور پر قائم ہو جائے گی"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

"میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو جنازے پڑھاؤں گا۔ایک جنازہ تو باہر پڑا ہے یعنی ہماری مسجد کے جو مؤذن ہیں ان کی والدہ کا جنازہ ہے۔

دوسرے میاں غلام حسین صاحب اوورسیئر جو یہاں بجلی کا کام کرتے ہیں اُن کی لڑکی فوت ہو گئی ہے اور انہوں نے جنازہ پڑھانے کے لیے کہا ہے۔ اس لیے ان کی لڑکی کا بھی میں ساتھ ہی جنازہ پڑھاؤں گا"۔ (الفضل 12 دسمبر 1956ء)

---

1 : الفاتحة:5، 2:الحشر:12

3 : ابن ماجہ ابواب الفتن باب بَدَء الْاَسْلَام غَرِيبًا

4 : بخاری کتاب بدء الخلق باب ذِكْرُ الْمَلَائِكَة

5 : بخاری کتاب المناقب باب اخاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین المھاجرین والانصار

6 : سیرت ابن ہشام جلد2 صفحہ 1319، 1320 مطبوعہ دمشق 2005ء

7 : ٹوہ: ٹوہ میں رہنا: تلاش میں رہنا، عیب ڈھونڈنے کے درپے رہنا۔